Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 05, **Issue** 01, January - March 2026, **PP**: 317-334
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

رسول اللہ ﷺ کی عسکری حکمتِ عملی میں سفارت کاری کا اہتمام

Diplomatic Management in the Military Strategy of the Prophet ﷺ

1. Wajeeha Basir
wajeehabasir04@gmail.com

Assistant Professor,
Government Degree Science and Commerce College for Women, F.B. Area, Karachi.

How to Cite: Wajeeha Basir. 2026: "Diplomatic Management in the Military Strategy of the Prophet ﷺ". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 5 (01): 317-334.

Article History:

Received:	Accepted:	Published:
01-03-2026	25-03-2026	31-03-2026

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

رسول اللہ ﷺ کی عسکری حکمتِ عملی میں سفارت کاری کا اہتمام

Diplomatic Management in the Military Strategy of the Prophet ﷺ

Wajeeha Basir
Assistant Professor,
Government Degree Science and Commerce College for Women,
F.B. Area, Karachi.
wajeehabasir04@gmail.com

Abstract

In history, war and diplomacy have always gone side by side. War is not only about force or weapons, but also about wisdom, planning, intelligence and clear thinking. The Prophet Muhammad (ﷺ) shows a unique example of leadership, moral strength, and strategic skill. He connected it with psychology, emotions, and ethics. He always observed the enemy's state of mind and weaknesses before making any strategy. This made the enemy lose confidence, while Muslims gained unity, trust, and discipline. A study of the Prophet's campaigns shows that he always gave priority to peace, dialogue, and agreements before fighting. His strategy was wide and balanced. It included mental training, using clever tactics when needed, gathering information, planning carefully, consulting with companions, and respect for treaties. Diplomacy and military measures were part of one system, not separate fields. The main goal of his tactics was to save lives, protect communities, and spread the message of Allah in a peaceful manner. In modern era, misuse of power often brings conflict and threatens peace, the Prophet's approach gives guidance. He showed that strength can be balanced with mercy, and diplomacy can stand beside strategy. His methods prove that justice, discipline, and respect are stronger tools than fear or violence. This paper explains how the Prophet (ﷺ) joined military planning with diplomacy, and how these lessons can still help in modern international relations to build peace, security justice and create stability without losing moral values.

Keywords: *Military, Diplomacy, Psychological and Cognitive Tactics, Contemporary Applications, Sirah, War Ethics.*

تمہید وتعارف

نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل جزیرۂ عرب ایک ایسے معاشرے کی تصویر پیش کرتا تھا جہاں قبائلی عصبیت، خونریزی اور لوٹ مار عام تھی۔ قبائل کے درمیان معمولی تنازعات نسلوں تک چلتے رہتے۔ طاقت کا قانون نافذ تھا اور کمزور طبقے، غلام اور خواتین، انسانیت سوز مظالم کا شکار تھے۔ کوئی مرکزی حکومت یا مشترکہ سیاسی ڈھانچہ موجود نہ تھا۔[1] ایسے حالات میں نبی ﷺ نے نہ صرف مذہبی انقلاب برپا کیا بلکہ ایک ریاستی و عسکری نظام کی بنیاد بھی رکھی جو اخلاقی، ذہنی، نفسیاتی اور سفارتی حکمتِ عملیوں کا امتزاج تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے ہمیشہ جارحانہ اقدام کی بجائے امن قائم کرنے کو فوقیت دی۔ تاہم جب جنگ ناگزیر ہوئی تو آپ ﷺ نے انتہائی منظم اور حکیمانہ عسکری تدابیر اختیار فرمائیں اور ثابت قدمی سے محاذ پر ڈٹ گئے۔ رسالت مآب ﷺ نے انسانیت کی فلاح وبقا کے لیے حالت امن اور جنگ دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ بین الاقوامی اصول وضوابط عطا فرمائے اور ان کا عملی نفاذ بھی کیا

جس کے دور رس ثمرات تاریخ کے اوراق میں جا بجا ملتے ہیں۔ آپ ﷺ نے مدینے میں اسلامی ریاست کے استحکام کے بعد دینِ اسلام کی تبلیغ کے لئے اس وقت کی متمدن دنیا کے رؤسائے عرب، سرداران ِ قبائل اور سلاطینِ عصر کے نام مکاتیب بھیجے۔ اُن کو اللہ کی بندگی قبول کرنے کی دعوت دی، ان مخطوطات میں مسلمانوں کی حکمرانی کی سوچ کا شائبہ تک نہیں ملتا۔ مخاطبین پر یہ بات بالکل واضح کر دی گئی تھی کہ اسلام قبول کرنے کی صورت میں وہ مساوات کے ساتھ امتِ مسلمہ کا جز بن سکیں گے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے مسلم عمائدین اور سپہ سالاروں کو بھی تعلیم دینے کے لئے کچھ مکتوبات تحریر کیے۔

نبی اکرم ﷺ بادشاہان وقت کے لئے تحائف بھیجتے بھی اور قبول بھی فرماتے تھے جو کہ ایک خیر سگالی پیغام ہوتا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے بین الاقوامی شعارِ اقوام کا بھی ملحوظِ خاطر رکھے۔ آپ ﷺ نے دفاعی اور عسکری معاملات میں دیگر اقوام سے بہت سے معاہدات بھی فرمائے اور جنگی قوانین میں بھی اخلاقیات کی بنیاد پر کئی نئے قوانین متعارف بھی کروائے۔ جیسے کہ شب خون نہیں مارا جائے گا، عورتوں، بوڑھوں، بچوں، نہتے لوگوں کو قتل نہیں کیا جائے گا، درخت نہیں کاٹے جائیں گے، جانور ہلاک نہیں کیے جائیں گے۔ الغرض بہت سارے معاملات ہیں جو کہ بین الاقوامی سطح پر حضور نبی کریم ﷺ نے رائج فرمائے۔

رسول اللہ ﷺ کی دعوت ہر نسل، قوم، قبیلے اور زمانے کے لئے ہے۔ مکی زندگی میں اسلامی تعلیمات کا دائرہ اثر محدود تھا لیکن بعد از ہجرت کی یہ تعلیمات عالمگیر حیثیت اختیار کر گئیں۔ مسلمانوں کے لئے ریاستِ اسلامی تشکیل دینا ممکن ہوا۔ مختلف جنگی مہمات میں سپہ سالاروں کا تقرر، ممالک میں مختلف مقاصد سے سفیروں کا تقرر، کاروبارِ مملکت کے لئے مشاورتی اجلاس، ملکی قوانین کا اجراء، نفاذ اور سیاسی نظام کی داغ بیل ڈالی گئی اور ایک ایسا ریاستی نظام وجود میں آیا جس کی مضبوط بنیادوں پر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ایک مستحکم اجتماعی قوت بنا دیا۔ ریاست کا یہ اندرونی استحکام خارجہ پالیسی کے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہوا کیونکہ اندرونی انتشار کا شکار بڑی سے بڑی سلطنت، ناتواں دشمنوں کا بھی سامنا نہیں کر سکتی۔ منظم و مربوط افواج کی عدم موجودگی میں مخالف قوتوں کے لئے اس کا شکار کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ دشمن اس سے خائف نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس منظم اور طاقتور فوج کی بات دشمن نہ صرف سنتا ہے بلکہ احترام بھی کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی کا اولین اور بنیادی مقصد لا الہ الا اللہ کا پیغام انسانوں تک پہنچانا تھا۔ یہی اصول ریاست کی خارجہ پالیسی میں بھی ہمیشہ اور ہر حالت میں قائم رہا۔ خواہ تجارتی محل ہو تفریح یا میلہ، جنگ کا میدان ہو یا غیر ملکی سفارت کاروں کی آمد، ہر موقع پر لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کرنا آپ ﷺ کے منصبِ نبوت کا حصہ رہا۔ اس طرح آپ ﷺ نے ریاستی نظام اور بین الاقوامی تعلقات میں امن و سفارت کاری کو نہ صرف اولین ترجیح دی بلکہ عملی صورت دے کر رہتی دنیا کے انسانوں کے لئے مشعلِ راہ بنا دیا۔

رسول اللہ ﷺ کی عسکری مہمات اور سفارت کاری

رسالت مآب ﷺ کی سیرت کا ہر پہلو ہدایت کا روشن مینار ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [2]

تمہارے لئے رسول ﷺ کی سیرت بہترین نمونہ زندگی ہے۔

بطور رہنما آپ ﷺ نے جنگ و امن میں جو طریقہ وضع کئے بلاشبہ رہتی دنیا کے تمام رہنماؤں کے لئے قابل تقلید ہیں۔ عہدِ قدیم کے ایک چینی جرنیل کے نزدیک، اچھے سپہ سالار کی خصوصیات میں سپاہ کی صلاحیتوں کو جاننے کی قابلیت، کم درجے کی سپاہ کو لڑانے کے ہنر سے واقفیت، دشمن کی طاقت کا صحیح اندازہ لگانے کی صلاحیت، مشکلات، خطرات اور فاصلے کا صحیح اندازہ کرنے کی

صلاحیت، نوجوانوں سے اپنی اولاد کی طرح محبت، حوصلہ مندی سے سپاہ میں اعتماد پیدا کرنے کی قابلیت، بلند خیالی، ذہنی و جسمانی تندرستی، انتظامی مہارت، ذہنی دباؤ اور سخت حالات میں اپنے حواس اور قوتِ فیصلہ برقرار رکھنے اور جذبات پر قابو رکھنے کی مہارت، اپنی اور دشمن کی فوجوں کی صلاحیت اور حالات کا وسیع علم، معاف کرنے کا جذبہ، انصاف کی تربیت دینے کی صلاحیت، صداقت، شجاعت، دیانت، متانت، بُردباری، سنجیدگی، ہمدردی، انصاف، راست بازی جیسے اُوصاف شامل ہیں۔ آپ ﷺ نہ صرف سپہ سالار کی ان خوبیوں سے متصف تھے بلکہ اس معیار سے کہیں بلند تر تھے۔ آپ ﷺ کی عسکری قیادت محبت ووفاداری جانثاری، تقویٰ عاجزی اور انکساری سے بھری ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کی متاثر کن شخصیت جس کے آگے یہود و نصاری اور بڑے بڑے فصیح اللسان عرب بھی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے، سیاسی تدبر و حکمت سے ایسے فیصلے وضع کرتی نظر آتی ہے جو تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ نوزائیدہ اسلامی ریاست مختلف خطرات سے دوچار تھی۔ قریشِ مکہ کی طرف سے حضور سرورِ کونین ﷺ نے بیک وقت تین محاذوں کا سامنا کیا:

- مدینہ میں آباد یہودیوں مسلمانوں کے خلاف اپنی فتنہ پردازیوں سے مدینہ کا اندرونی استحکام خراب کرنے پر تیار بیٹھے تھے۔
- مدینہ کے اطراف میں آباد قبائل مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے۔
- کفارِ مکہ، منافقین کے گٹھ جوڑ سے مسلمانوں کو اندرونی و بیرونی سازشوں سے کمزور کرنے کے بعد، یک بارگی جمعیت کی صورت میں مدینہ پر چڑھائی کر کے مسلمانوں کو ملیامیٹ کرنے کے متمنی تھے۔[3]

مسلمانوں کو اہلِ مکہ اور آس پاس کے قبائل کی جانب سے ہمہ وقت حملے کا خطرہ لاحق رہتا، وہ ہتھیار باندھ کر سوتے یا رات بھر پہرہ دیتے تھے[4]۔ ان خطرات کے پیشِ نظر اسلامی ریاست کے دفاع کے لیے اقدامات ناگزیر ہو چکے تھے۔ اس پس منظر میں نبی اعظم ﷺ نے اہلِ مدینہ کی جان و مال کے تحفظ اور ان محاذوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے، مواخات کے ذریعے عوام کی اخلاقی تربیت فرمائی۔

نبی مہربان ﷺ نے مدینہ کے گرد و نواح میں ان سرداران قبائل سے رابطے کئے جن کے علاقے قریشِ مکہ کے تجارتی اسفار کی گزرگاہیں تھیں۔ اس طرح آپ ﷺ نے دوسری اقوام کے مشترکہ امور کو مدنظر رکھتے ہوئے، باہمی فوجی امداد کی بنیاد پر دفاعی معاہدے کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ ان معاہدات کے ذریعے ریاستِ مدینہ کے ہمسایہ ممالک سے دوستانہ تعلقات بھی استوار ہوئے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق آنحضرت ﷺ نے حالات کا جائزہ لینے کے بعد حسبِ ذیل اقدامات کئے:

- مہاجرین کی مستقل آبادکاری اور روزگار کی فراہمی
- مقیمین کے حقوق و فرائض کا تعین
- مدینہ کے غیر مسلم قبائل اور یہود سے معاہدات
- مدینہ کا سیاسی استحکام

میثاقِ مدینہ

پہلی اسلامی ریاست اپنے قیام کے وقت یہود و نصاریٰ اور انصار کے گروہوں، اوس و خزرج کی پرانی عداوت کی وجہ سے عدم استحکام کا شکار تھی۔ دفاعِ مدینہ کے لئے ضروری تھا کہ ان تمام فریقوں اور گروہوں کو ایک سیاسی وحدت میں پرو دیا جائے۔ چنانچہ رسالت مآب ﷺ نے سب سے پہلے اجتماعی سیاسی وحدت میثاقِ مدینہ کی بنیاد پر قائم کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ مدینہ میں

مامون زندگی بسر کرنے اور عسکری قوت اور وسائل کی طرف توجہ دینے میں کامیاب ہوئے۔ میثاقِ مدینہ ہجرت کے پانچ ماہ بعد مرتب ہوا۔ یہ دنیا کا پہلی تحریری دستور ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی عسکری و سفارتی حکمتِ عملی کا پہلا دستاویزی اظہار بھی تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ کا خیال ہے کہ یہ دستور کل سینتالیس (47) دفعات پر مشتمل ہے۔ پہلی 23 دفعات کا یہ دستور العمل مہاجرین اور انصار سے متعلق ہے۔ باقی دفعات کا تعلق یہودیوں سے ہے۔ مواخات اور میثاقِ مدینہ کا مقصد حسبِ ذیل نتائج کا حصول تھا:

- ریاست کی تنظیم اور بقا
- قبائلی عصبیت کی جگہ رنگ نسل وطن اور خاندان سے بالاتر ایک امت کی تشکیل ہے۔
- رشتہ اخوت کے قیام سے مقصدِ حیات سے وابستگی
- غیر مسلموں یعنی اقلیتوں کے حقوق و فرائض کا تعین
- انصاف اور قانون کی بالادستی۔[5]

سن دو ہجری میں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ[6]

اللہ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تمھارے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔

کفار سے قتال کا حکم آگیا تو آپ نے اپنی سپاہ کی تنظیم و تربیت فرمائی، دشمن کی طاقت کا اندازہ لگانے کے بعد مادی وسائل کی فراہمی اور اسلحے کی تیاری میں تدبر و حکمت عملی سے کام لیا۔

رسول اللہ ﷺ کی سفارت کے زریں اصول

رسول اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ کے استحکام اور بین الاقوامی تعلقات کے لیے جو اسباب اختیار کیے ان کی بدولت کامیابی ہمیشہ آپ ﷺ کے قدم چومتی رہی۔ اسلام کے ظہور پذیر ہونے تک نوع انسانی کو آپس میں متحد کرنے کے دو اصول رائج تھے: جغرافیائی اتصال اور قرابت داری۔ اسلام نے وسیع النظری کے تحت ربطِ انسانیت کی ان دو شکلوں کو پہچان کی حد تک محدود کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ[7]

ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادری بنائیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

اسی طرح حدیث نبوی ہے:

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ[8]

حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "جس نے عصبیت کی دعوت دی، وہ ہم میں سے نہیں۔ جس نے عصبیت پر لڑائی کی، وہ ہم میں سے نہیں اور جو عصبیت پر مرا، وہ ہم میں سے نہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے عہد میں بین الاقوامی عصبیتوں کو دور کرنے کے لیے بہت سی تدابیر اختیار فرمائیں۔ آپ ﷺ نے بین الاقوامی تعلقات کی بنیاد لسانی، جغرافیائی وحدت، علاقائی یا نسلی عصبیت پر نہیں بلکہ عقیدے اور نظریے پر رکھی۔

آپ ﷺ نے بلا تفریق رنگ و نسل کی بنیاد پر انسانیت کو اکھٹا کیا۔[9] حجۃ الوداع کے موقع پر حدیثِ مبارکہ کے مفہوم کے مطابق (آپ ﷺ نے فرمایا کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے) کوئی کسی سے برتر نہیں اور اسی بنیاد پر آج بھی بین الاقوامی نظامِ مساوات کو مرتب کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں رسول اللہ ﷺ کے سفارتی اصولوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے جن کے تحت اسلامی حکومت نے عالمگیر حیثیت اختیار کی۔

اوّل: معاہدات کا احترام

رسول اللہ ﷺ نے مختلف معاہدات کے ذریعے امن قائم کیا اور لوگوں کے معاشی، سیاسی اور اجتماعی حقوق میں مساوات فراہم کی۔ آپ ﷺ کے معاہدات میں معاہدہ عقبہ اولیٰ و ثانیہ، مدینہ میں ریاستِ اسلامی کی بنیاد کا سبب بنا۔ پہلے انسانی منشور، میثاقِ مدینہ نے مسلمانوں، یہودیوں اور آس پاس کے قبائل کو معاشی و معاشرتی تحفظ فراہم کرنے کا اہم کردار ادا کیا۔[10] جہنیہ، ابواء، بنو مدلج، بنو غفار، بنی ذرعہ، بنو اشجع کے قبائل سے معاہدات نے مدینہ سے ملحقہ آبادی کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور اہلِ مدینہ کو امن و سکون فراہم کیا۔ صلح حدیبیہ نے اسلام کو پھلنے پھولنے کے لئے ساز گار فضا مہیا کی۔[11]

دوم: امنِ عالم

رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور شریعت کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے جس کا مقصد ایک ایسے عالمی معاشرہ کا قیام ہے جو امن و سلامتی کے فروغ کی ترویج کو عزیز رکھتا ہو۔ رحمتِ عالم ﷺ کی سفارت کاری کا اصول یہ بھی ہے کہ پر وقار زندگی کے لیے پُر امن جدوجہد جاری رکھی جائے۔ اگر کوئی شر پسند فساد کرے تو اس کی سرکوبی ایک حد تک کی جائے یعنی حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے مختلف اقوام کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا جائے۔ آپ ﷺ نے غیر جانبدار رہنے والی اقوام کے موقف کا احترام فرمایا۔ قرآن کریم میں بھی بین الاقوامی تعلقات کی ہدایات ملتی ہیں اور آنحضور ﷺ نے بھی اپنے عمل سے ان قرآنی اصولوں کی توضیح و تشریح فرمائی۔ ارشادِ سبحانہ تعالیٰ ہے:

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْن [12]

اور تم اللہ کا عہد پورا کر دیا کرو جب تم عہد کرو اور قسموں کو پختہ کر لینے کے بعد انہیں مت توڑا کرو حالانکہ تم اللہ کو اپنے آپ پر ضامن بنا چکے ہو، بے شک اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

سوم: عہد و پیمان کی پاسداری و احترام

رسول اکرم ﷺ نے معاہدات کے احترام کی تاکید فرمائی اور نقضِ عہد یا معاہدے میں خیانت اور خلاف ورزی کو قطعا حرام اور بدترین عمل قرار دیا ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ [13]

سو جب تک وہ تمہارے ساتھ (عہد پر) قائم رہیں تم ان کے ساتھ قائم رہو۔ بے شک اللہ پرہیز گاروں کو پسند فرماتا ہے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے فرماتا ہے:

وَأَوْفُوا بِعَهْدِي [14]

عہد و پیمان پورے کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا[15]

اور تم عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارے میں تم سے جواب دہی ہو گی۔

ابھی صلح حدیبیہ پر زبانی بات ہوئی تھی اور تحریری معاہدہ نہیں لکھا گیا تھا کہ حضرت ابو جندلؓ اس حال میں مسلمانوں سے طالبِ امداد ہوئے کہ وہ پابہ زنجیر تھے۔ سہیل بن عمرو نے ان کی واپسی کا مطالبہ کر دیا جس پر نبی مہربان ﷺ نے حضرت ابو جندلؓ سے معذرت فرمائی کہ وہ صلح کا معاہدہ طے فرما چکے اور ان کے لئے اسباب کی دعا فرمائی۔[16]

چہارم: اقلیتوں اور ذمیوں کے حقوق اور خود مختاری

رسول کریم ﷺ اقلیتوں کے مذہبی حقوق اور ان کی تعلیمات کا پورا خیال رکھتے تھے اور ان کو پوری مذہبی آزادی دیتے تھے۔ آپ ﷺ کے دور میں ذمیوں کے حقوق کا پوری طرح تحفظ کیا جاتا۔ ان کے حقوق کے متعلق آپ ﷺ کے فرمانِ مبارک کا مفہوم ہے کہ جو غیر مسلم ذمی کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک پہنچتی ہے۔

پنجم: بین الاقوامی اصولوں کی پاسداری

بین الاقوامی قانون سفارت کاروں کو تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ انہیں کسی بھی صورت میں کوئی اذیت نہیں دی جا سکتی۔ آپ ﷺ نے بھی بادشاہوں کے قاصدوں کا احترام سکھایا۔ آپ ﷺ نے متنبی و مسیلمہ کذاب کے بھیجے ہوئے قاصدوں کو بھی قتل کرنے سے منع فرمایا۔

ششم: دشمنوں کا دل موہ لینا

قرآن کریم میں مال کے خرچ کی مد میں مؤلفۃ القلوب بھی ہے جس کا مطلب ہے کسی علاقے یا ملک کے افراد پر مسلم حکمرانوں کا مال اس لئے خرچ کرنا کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے اپنی سخاوت اور حسن سلوک سے غیر مسلموں کے دلوں میں اپنی جگہ بنالی۔

ہفتم: شجاعت و بہادری

آپ ﷺ سے زیادہ موقع شناس اور کوئی نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی اس صلاحیت کے پیشِ نظر معاہدات میں شفقت، نرمی اور حسنِ سلوک کا برتاؤ کیا۔ وہاں ضرورت کے وقت سختی اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا رعب بھی قائم کیا۔

ہشتم: صلح پسندی

محسنِ انسانیت ﷺ نے بلا جواز جنگ سے ہمیشہ گریز کیا اور صلح جوئی اختیار فرمائی۔ آپ کا یہ طرزِ عمل تعلیماتِ قرآن کے عین مطابق تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُۚ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ[17]

اگر دشمن مائل بہ صلح ہوں تو آپ بھی ایسا ہی کریں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ یقیناً وہ سب جاننے والا ہے اور اگر وہ دھوکہ دینے کی تدبیر کریں گے تو اللہ کافی ہے اور وہ خدا ہی ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے

ذریعے آپ کی تائید کی۔

آپ ﷺ بلاوجہ تنازعہ سے پرہیز فرماتے اور معاملہ بات چیت سے حل فرماتے۔اس تناظر میں صلح حدیبیہ سفارت کاری کی بے نظیر مثال ہے۔ قرآن کریم نے اسی صلح کو "فتح مبین" قرار دیا۔

صلح حدیبیہ

چھ ہجری میں رسول کریم ﷺ چودہ سو اصحاب کے ساتھ بقصدِ عمرہ عازم مکہ ہوئے۔مکہ سے ایک منزل(تقریباًبارہ میل یا انیس کلو میٹر) کے فاصلے پر حدیبیہ کے مقام پر نبی کریم ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان کو بحیثیت قاصد بنا کر قریش کی جانب روانہ کیا۔ مختصراً یہ کہ مسلمانوں کو اس سال عمرے کی ادائیگی کی اجازت نہیں دی گئی اور قریشِ مکہ کی جانب سے بظاہر مسلمانوں کی ہزیمت کی شرائط رکھی گئیں۔ گو وہ شرائط مسلمانوں پر بہت شاق گزریں تاہم رسول کریم ﷺ نے اپنی سفارتی بصیرت سے انہیں تسلیم کر لیا۔[18] اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتحِ عظیم کی خوشخبری سے نوازا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا [19]

بے شک ہم نے آپ کے لیے ایک کھلی فتح عطا کر دی۔

اس معاہدے میں فریقین کے مابین دس سال کے لئے جنگ بندی ہوئی تھی تاہم دو سال بعد قریش نے خود معاہدہ توڑ دیا جو مکہ فتح کرنے کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ باطل سرنگوں ہو گیا اور جزیرۃ العرب میں حق کا بول بالا ہوا۔

معاہدۂ صلح حدیبیہ کے دوررس ثمرات

امن عامہ اور بین الاقوامی اتحاد کی بنیاد پر ہادی کونین ﷺ نے غیر مسلموں کی تمام شرائط مان کر صلح سے یہ ثابت فرمادیا کہ محض گفتگو اور سیاسی سوجھ بوجھ کے ذریعے بھی جنگ جیتی جاسکتی ہے۔ صلح حدیبیہ کو حضورِ پاک ﷺ کی حیرت انگیز سیاسی سمجھ بوجھ کا ایک بے مثال شاہکار کہا جاسکتا۔[20]

نہم: حق کی معاونت اور ظلم سے اجتناب

رسول اللہ ﷺ کی پالیسی کا ایک اصول ہمیشہ حق کی حمایت اور ظالم کی مخالفت کرنا ہے۔ مسلمانوں کو لڑنے کی اجازت اس لیے دی گئی تا کہ ان پر ہونے والے ظلم کو روکا جاسکے۔ فرمانِ رب تعالیٰ ہے:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ [21]

اور تم ان سے لڑو یہاں تک ان میں فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ کا ہو جائے ۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے۔

نبی الملاحم ﷺ کی عسکری منصوبہ بندی

سیرت النبی ﷺ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف جنگی چالیں، دشمن کی جنگی اور مالی قوت پر قبضہ کرنا، دشمن کی تجارتی راستے مسدود کرنا، اس کی لاعلمی میں اس کی طرف پیش قدمی کرنا، اپنے ارادوں کو خفیہ رکھنا، غلط بیانی سے دشمن کی صفوں میں انتشار اور بدگمانی پھیلانا اور صفوں کو درہم برہم کرنے کے لئے آپس میں پھوٹ ڈالنا اور دشمن کو جانی نقصان پہنچانا، عین سیاست اور فوجی حکمت عملی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت کے عمیق مطالعہ سے یہ بات اظہر من شمس ہے کہ نبیِ ملاحم ﷺ نے زیادہ تر مدافعانہ

جنگیں لڑیں۔ دشمنوں کی سرکوبی کے لیے وقتاً فوقتاً چھوٹے چھوٹے فوجے دستے بھیجے، ان کی نقل و حرکت کی اطلاع کے لیے ان کے درمیان جاسوس بھی بھیجے، ان کی ناکہ بندی کرنے اور سامان حرب ورسد کا سلسلہ موقوف کرنے کے لئے ان کا محاصرہ بھی کیا اور دشمن کی جارحانہ پیش قدمی کا مقابلہ پوری قوت سے فرمایا۔ آپ کی جنگی حکمت عملی کے اہم پہلو مندرجہ ذیل ہیں۔

اوّل: شورائیت

رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی مہم درپیش ہوتی تو آپ قرآنی حکم کے مصداق، تمام صحابہ کو مسجد نبوی میں اکٹھا فرماتے اور ان کی اکثریت سے آراء معلوم فرماتے[22] اور اسی کے مطابق اقدام فرماتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ[23]

اور ان سے مشورہ لیا کریں۔

دوم: تجارتی راستے مسدود کرنا

مسلمانوں کے گروہ نے مشرکینِ مکہ کے تجارتی قافلے کو جو شام کے راستے سے مکہ آرہا تھا، قافلے کو نخلہ کے مقام پر روکا اور ان کا سامانِ تجارت لوٹ لیا۔ کفار کے لیے یہ بڑا معاشی نقصان تھا، اسے وہ نظر انداز نہیں کرسکتے تھے اور اس طرح کی پیش رفت ان کے لیے مالی تنگی کا سبب بن سکتی تھی۔ یہ بھی ایک حکمت عملی تھی جس سے وہ کافی خوفزدہ ہو گئے۔

سوم: مکمل رازداری اور خاموشی

مدینہ میں منافقین اور یہود کی موجودگی کے باعث مسلمانوں کی نقل و حرکت کے بارے میں مشرکینِ مکہ کو خبر پہنچنے کا خطرہ ہمیشہ منڈلاتا رہتا تھا۔ یہود و منافقین نہ صرف مسلمانوں کے معاملات سے کفارِ مکہ کو آگاہ کرتے بلکہ درپردہ ان کا ساتھ بھی دیتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ خاص مہمات میں رازداری سے کام لیتے۔ اس کی مثال خیبر و فتح مکہ کی مہم ہے۔

چہارم: اقدامی چال

آپ ﷺ اپنی عسکری قیادت لے کر دشمن پر اس کی بے خبری میں چڑھائی کر دیتے تھے کہ وہ بدحواسی میں منظم جوابی کارروائی سے قاصر رہتا۔ مثلاً خیبر میں آپ ﷺ نے صبح کے وقت محاصرہ کیا تو یہودی دنگ رہ گئے اور جوابی حملے کے بغیر قلعوں میں محصور ہو گئے۔ بالکل یہی حکمت عملی فتح مکہ میں اختیار کی گئی۔

پنجم: نفسیاتی حربے

رسول پاک ﷺ نے دشمن کے حوصلے پست کرنے، اپنی فوج کا اعتماد بحال کرنے اور اپنی عسکری قوت سے دشمن کو مرعوب کرنے کے اقدامات بھی فرمائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ[24]

اور تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کو تیار رکھنے کی کہ تم اس سے اللہ کے دشمنوں کو خوفزدہ رکھ سکو۔

جنگی سلسلے میں اسلامی فوج کی قوت و طاقت کا مظاہرہ اور جنگی اسلحہ اور ساز و سامان پر زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ود الذين كفروا لو تغفلون عن اسلحتكم و امتعتكم فيميلون عليكم ميلة واحدة[25]

کافر چاہتے ہیں کہ تم اپنے اسلحہ اور سامان سے غافل ہو تو وہ تم پر ایک ہی دفعہ ٹوٹ پڑے۔

ششم: بہادری اور شجاعت

مسلمان اپنے پیارے سپہ سالار کی قیادت میں، عزم وہمت کے پرچم تلے، اپنے سے کئی گنا زیادہ عسکری قوت سے لڑ گئے اور فتح وکامرانی سے ہمکنار ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا ہی اثر تھا کہ خلفائے راشدین کے دور میں حکومتِ اسلامی عرب سے نکل کر عجم میں منتقل ہوئی۔ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے عدل وانصاف اور شجاعت وبہادری کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ تاریخ میں سنہرے الفاظ سے مرقوم ہیں۔

ہفتم: افواج کی صف بندی

گو مسلمان کفار کے مقابلے میں ہمیشہ بے سروسامانی کے عالم میں رہے۔ سامانِ حرب وسواری کی کمی کے باوجود آپ ﷺ کی سربراہی میں مسلمان دشمن کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوتے اور ان کے مدمقابل صف آراء ہو جاتے۔ ان کی منظم صفیں ہی دشمنوں کے دلوں پر ان کا رعب اور خوف طاری کر دیتیں۔ رسول کریم ﷺ نے فوج کی صف بندی کا طریقہ رائج کیا۔ اسلامی فوج کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا۔[26] مقدمہ، سب سے آگے لڑنے والی فوج، قلب درمیان میں لڑنے والی فوج، میمنہ دائیں جانب والا فوجی دستہ، میسرہ، بائیں جانب فوجی دستہ، ساقہ پشت پر رہنے والا فوجی دستہ۔ اس تقسیم کا فائدہ یہ ہوتا کہ جنگ کی صورتحال کے مطابق تازہ دم دستہ آگے آجاتا اور جو سپاہی آگے ہوتے، وہ پیچھے ہو جاتے یوں ہر سپاہی کو لڑنے اور ستانے کا موقع مل جاتا ہے۔

ہشتم: اسلامی فوج کی ترتیب

اسلامی فوج میں پیادے، سوار، تیر انداز دستہ، اصحابِ رسد یعنی سامان منتقل کرنے والی فوج اور محافظین جو شہر میں تعینات ہوتے، شامل تھے۔ فوج کی ترتیب اس طرح ہوتی کہ اگلی صفوں میں نیزہ بردار، دائیں بائیں جانب تیر انداز اور پیچھے شمشیر زن ہوتے۔ رسول پاک ﷺ کی ہدایت کے بغیر کوئی تیر نہیں چلاتا جب تک دشمن ان کی زد میں نہ آجاتا۔

نہم: رسول اللہ کے جنگی اصول

رسول اللہ ﷺ نے جو جنگی اصول وضع فرمائے اور صحابہ کرام کو سکھائے، وہ انسانی حقوق کے علمبردار نظر آتے ہیں جن کی نظیر دنیا کی کسی قانونی کتاب میں ملتی ہے نہ کسی کامیاب سپہ سالار اور فاتح کے طرزِ عمل میں ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تھا کہ جب لشکرِ اسلامی کو جہاد کے لئے روانہ فرماتے تو تمام مجاہدین کو ایک جگہ جمع فرماتے۔ پھر اللہ کی حمد وثناء کے بعد اس کے امیروں کو ہدایت فرماتے کہ اپنے دلوں میں خوفِ خدا رکھیں اور اللہ کا نام لے کر اس کی راہ میں ان لوگوں سے لڑیں جو اس کے نافرمان ہیں۔ مگر جنگ میں کسی سے بدتمیزی نہ کریں، مال غنیمت میں خیانت نہ کریں، لاشوں کا مثلہ نہ کریں اور لڑائی سے قبل دشمن کے سامنے تین مطالبات رکھیں:[27]

- وہ اسلام قبول کرلیں۔ اگر وہ مان لیں تو ان پر ہاتھ نہ اٹھائیں۔
- جزیہ دے کر اطاعت قبول کرلیں تو ایسا کرنے والوں کی جان اور مال پر ہرگز ہاتھ نہ ڈالیں۔
- جنگ کے لئے تیار ہو جائیں تو پھر اللہ کا نام لے کر ان سے جنگ لڑیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا شب خون نہ مارنا، جنگ نہ کرنے کے معاہدوں کی سختی سے کابند رہنا، معاہدہ ختم کیے بغیر ہرگز جنگ نہ کرنا، بلا اعلانِ جنگ حملہ مت کرنا، جنگ میں پہل مت کرنا، دورانِ جنگ دشمن کو آگ میں مت جلانا[28]، لاشیں نہ بگاڑنا[29]، ان لوگوں

کو ہلاک مت کرنا جو لڑائی میں عملاً شامل نہ ہوں، تباہی و بربادی نہ پھیلانا اور درختوں، فصلوں کو نقصان نہ پہنچانا، اہم تنصیبات کو تباہ نہ کرنا، لوٹ مار کے نہ کرنا، گھروں میں جا گھسنا گھروں کو آگ نہ لگانا، اسیروں، سفیروں، عورتوں، بچوں بزرگوں، بیماروں، ضعیفوں کو قتل نہ کرنا[30]، اسیرانِ جنگ سے نرمی ور افت اور ہمدردی کا سلوک کرنا، مالِ غنیمت کی تقسیم ضابطے اور قانون کے تحت کرنا۔[31] یہ انہی اصولوں کا کرشمہ تھا کہ لشکرِ اسلامی جہاں جاتا، امن وخوشحالی کا پیغام بھی ساتھ سفر کرتا۔ عدل وانصاف کا بول بالا ہوتا، علوم وفنون ترقی پاتے۔ مسلم فاتحین کے انصاف اور خدا ترسی سے متاثر ہو کر لاکھوں لوگ رضا وخوشی سے دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے اور وہ معاشرہ گہوارہِ امن وسلامتی بن جاتا۔

مشہور غزوات اور رسول اللہ کی سفارت کاری

آپ ﷺ نے بنفسِ نفیس 28[32] غزوات میں شرکت فرمائی اور 76[33] سرایا بھیجے۔ ان میں کم و بیش 80 لڑائیاں شمار کی جاسکتی ہیں۔ ان تمام غزوات و سرایا میں سب سے کم خون بہایا گیا۔ مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے کل مقتولین کی تعداد 1018 بتائی ہے۔ یہ تمام غزوات و سرایا قرآن مجید کے اصول یعنی دعوت اسلام کی حفاظت، مدافعتِ ظلم اور مصالحت کرنے والوں کے ساتھ مصالحت کے مطابق واقع ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے آخری ایام تک تمام جزیرۂ عرب آپ ﷺ کے زیرِ اقتدار آگیا۔ مجموعی طور پر کل 259 مسلمان شہید، ایک قیدی اور 127 زخمی ہوئے جبکہ کفار کے 759 آدمی مقتول ہوئے اور 6564 آدمی قیدی بنائے گئے۔[34] اگر 1018 کو 80 پر تقسیم کیا جائے تو فی جنگ 13 سے بھی کم اوسط نکلتی ہے جو عرب جیسے وسیع ملک کو فتح کرنے کے لیے صفر کے برابر ہے۔ این اپالوجی فار محمد اینڈ دا قرآن میں، مصنف جان ڈیون پورٹ مرقوم ہیں کہ عیسائیوں کی مذہبی احکام کی عدالت میں عیسائیوں کے ہاتھوں ہلاک ہونے والوں کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ تھی۔ صرف اسپین میں تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو ہلاک کیا گیا جن میں بتیس ہزار افراد کو زندہ جلایا گیا۔[35]

اوّل: غزوہ بدر

اس غزوے کا دوسرا نام یوم الفرقان بھی ہے۔ یہ حق و باطل کے مابین پہلا معرکہ تھا جس میں اللہ کی مدد، رسول اللہ ﷺ کی عسکری حکمت اور نہتے مسلمانوں کی استقامت نے دشمن کو منہ توڑ جواب دیا۔ غزوہ بدر میں نبی کریم ﷺ نے اصحاب کرام کی مشاورت سے اونچائی کی جگہ پڑاؤ ڈالا جبکہ کفار کی فوج نشیب میں تھی۔ بارش ہوئی تو وہاں کیچڑ ہو گئی مسلمانوں نے گڑھے بنا کر حوض بھر لئے۔ لشکرِ اسلام کی اس طرح صف بندی کی گئی کہ سورج مسلمانوں کی پشت پر جبکہ کفار کے سامنے تھا جس سے بار بار ان کی آنکھیں چندھیا جاتیں اور مسلمان اس موقع سے فائدہ اٹھاتے۔ اس جنگ میں نبی کریم ﷺ نے ایک رات پہلے مہاجرین اور اوس و خزرج کی تین جماعتیں ترتیب دیں۔ اگلے دن آپ نے ہدایات جاری فرمائیں کہ صفیں نہیں توڑی جائیں گی، بلا اجازت جنگ کا آغاز نہیں کیا جائے گا، دور سے تیر برسا کر تیر ضائع نہیں کئے جائیں گے، دشمن کے قریب آنے پر پتھر برسائے جائیں گے اور بلکل قریب آنے پر نیزے اور تلوار سے لڑا جائے گا۔[36] فتح یاب ہونے کے بعد اسیرانِ بدر کے لیے رسولِ کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر کی فدیہ کی تجویز کو حضرت عمر فاروق کی اسیروں کو قتل کرنے کی تجویز پر فوقیت دی۔[37]

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ اسیرانِ جنگ کے ساتھ غیر انسانی اور اذیت ناک سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے

جہاں اور لوگوں کے ساتھ اچھے سلوک کی تلقین کی وہیں قیدیوں کے بارے میں بھی حسن سلوک کی تاکید فرمائی۔ غزوہ بدر میں قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک انمول مثال ہے۔ صحابہ کرام نے اپنے پیغمبر ﷺ کے اس فرمان پر اس طرح عمل کیا کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ خود بھوکے رہتے، مگر قیدیوں کو کھلاتے۔[38]

دوم: غزوہ احد

غزوہ احد کے لئے رسول پاک ﷺ کو صحابہ رسول نے مدینہ سے باہر لڑنے کی رائے دی، آپ ﷺ نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ میدانِ جنگ میں صحیح جگہ کا تعین بھی نبی پاک ﷺ کی بصیرت اور تدبر کا نتیجہ تھی۔ رسول کریم ﷺ کی پہاڑی درے پر پچاس تیر اندازوں کی تعیناتی بھی بہترین جنگی مدافعت تھی تاکہ دشمن پشت کی جانب سے حملہ آور نہ ہو سکے۔[39]

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ احد کے دن ہمارا مشرکین سے مقابلہ ہوا۔ نبی ﷺ نے تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین کیا عبد اللہ بن جبیرؓ کو ان کا کمانڈر بنایا۔ ان سے فرمایا تم اس جگہ سے نہیں ہلنا یہاں تک کہ تم دیکھ لو کہ ہم نے کافروں پر غلبہ پالیا۔ جب بھی نہ ہٹنا خواہ تم دیکھو کہ ہم پر غلبہ پالیا گیا۔ ہماری مدد کے لئے بھی نہ اترنا۔ خیر جب ہمارا کفار سے آمنا سامنا ہوا تو وہ بھاگ نکلے۔ میں نے دیکھا مشرک عورتیں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے بھاگی جا رہی تھیں ان کی پازیبیں دکھلائی دے رہی تھیں مسلمانوں نے کہا غنیمت کا مال سمیٹ لو، مال لوٹ لو۔ عبد اللہ بن جبیرؓ نے ان کو سمجھایا، دیکھو نبی ﷺ نے تاکید کی ہے کہ اس جگہ نہیں ہٹنا، نہ سرکنا لیکن وہ نہیں مانے۔[40] رسول اللہ ﷺ کی حکم عدولی کی وجہ سے مسلمانوں کو جانی نقصان اٹھانا پڑا تاہم پھر مسلمان سنبھل گئے اور دشمنوں پر اس زور سے حملہ کیا کہ ان کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ جنگ کے بعد آپ ﷺ نے حمراالاسد تک قریش کا تعاقب کیا اور رات میں الگ الگ ٹولیاں بنا کر الاؤ روشن کروائے۔ اس سے دشمن پر رعب طاری ہو گیا، حوصلے پست ہو گئے اور وہ بھاگ نکلا۔ آپ ﷺ نے وہیں پڑاؤ ڈالا۔ تین دن بعد جب تصدیق ہو گئی کہ کفار پلٹ کر مدینہ پر چڑھائی نہیں کریں گے تب لشکر عازمِ مدینہ ہوا۔

سوم: غزوہ احزاب

غزوہ احزاب میں حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے پر اکثریت کی تائید حاصل ہونے پر خندق کھودی گئی اور شہر کے دفاع کو ناقابلِ تسخیر بنا دیا گیا۔ عربوں کے لئے یہ ایک نئی بات تھی جس پر وہ بہت سراسیمہ ہوئے۔ سخت سردی کا زمانہ تھا اور مسلمان کئی کئی دن فاقوں پر مجبور تھے۔ ایسے میں جب محاصرہ طول پکڑنے لگا تو بنو غطفان کے رئیس، حضرت نعیم بن مسعود اشجعیؓ، رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضرِ خدمت ہوئے اور فرمایا، "یا رسول ﷺ میں آپ پر ایمان لایا۔ میری قوم میرے اسلام سے لاعلم ہے۔ اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو میں کوئی تدبیر کروں جس سے یہ حصار ختم ہو جائے"۔ تو آپ ﷺ نے اس کی اجازت دے دی کیونکہ لڑائی اصل میں حیلہ و تدبیر کا نام ہے۔ چنانچہ حضرت نعیم نے ابوسفیان اور بنو قریظہ کو ایک دوسرے سے بدظن کر دیا جس سے ان میں پھوٹ پڑ گئی۔ بنو قریظہ قریش کی امداد سے دست کش ہو گئے۔ امدادِ غیبی سے رات کو اس زور کی آندھی چلی کہ کفار کے خیمے اکھڑ گئے اور دیگیں الٹ گئیں اور وہ رات کے اندھیرے میں ہی میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے۔

چہارم: غزوہ بنو نضیر

جنابِ رسول ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد یہودیوں کے تینوں قبائل، بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ نے معاہدہ تو کر لیا تھا

تاہم ان کی مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں بڑھتی جارہی تھیں۔اسی بدعہدی کی وجہ سے بنو قینقاع، دو ہجری میں جلاوطن کئے جاچکے تھے۔بنو نضیر بھی بدعہدی کے مرتکب ہوئے اور قریش کی شہہ پر آنحضرت ﷺ کے قتل کی سازش کی۔رئیس المنافقین نے بھی انہیں اپنے 2000 آدمیوں اور بنو قریظہ کی مدد کا یقین دلایا اور لڑائی پر اکسایا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا۔بنو نضیر قلعہ بند رہے۔ان کے قلعوں کے اطراف نخلستان تھا۔رسول اللہ ﷺ نے ان کے کھجور کے کچھ درخت کٹوا دیے۔(رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق درخت کٹوانا نہیں چاہیے لیکن اگر وہ بطورِ کمیں گاہ استعمال ہو رہے ہوں تو حسبِ ضرورت ان کو کٹوانا یا آگ لگوانا جائز ہے۔ آپ ﷺ کی اس حکمت کا ذکر قرآن کریم میں بھی موجود ہے۔ آیت کا مفہوم ہے کہ تم نے لینۃ کے جو درخت کٹوائے اور جس قدر قائم رہنے دیے، سب اللہ کے حکم سے تھا تاکہ اللہ فاسقوں کو رسوا کرے)۔[41] جب پندرہ دن گزر گئے اور بیرونی کمک کی امید دم توڑ گئی تو انہوں نے اکتا کر ہتھیار ڈال دیئے اور گزارش کی کہ سازو سامان کے ساتھ انہیں جانے دیا جائے۔ نبی مہرباں ﷺ نے جلاوطنی کی شرط پر محاصرہ اٹھالیا اور سازوسامان لے جانے دیا۔[42]

پنجم: غزوہ خیبر

غزوہ خندق میں قریش اور دیگر قبائل کو خاک چٹوانے کے بعد مسلمان ایک ابھرتی ہوئی طاقت بن رہے تھے۔ مدینہ منورہ میں میثاقِ مدینہ کی صورت میں یہودی قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کے ساتھ مشترکہ ریاست تشکیل دی گئی تھی لیکن انہوں نے عہد شکنی کی جس کی پاداش میں یکے بعد دیگرے تینوں قبائل مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیئے گئے تو انہوں نے خیبر کو مرکز بنالیا۔ انہوں نے صلح حدیبیہ کو مسلمانوں کی کمزوری سمجھا اور بنو غطفان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو کچل ڈالنے کی تدابیر کرنے لگے۔یہود کی ان فتنہ پردازیوں کی ہادئ برحق ﷺ کو اطلاع مل گئی۔ آپ ﷺ نے ۷ ہجری میں رات کے وقت، دشمن کی بے خبری میں، خاموشی کے ساتھ اور یہود اور بنی غطفان کے درمیان پڑاؤ ڈالا تاکہ وہ یہودیوں کی امداد نہ کر سکیں۔[43]

رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی جنگ سے پہلے قریش مکہ کے ساتھ "معاہدۂ حدیبیہ" کیا اور فی الفور خیبر پر حملہ کرکے یہودیوں سے نمٹنے کا اہتمام کیا جو کہ آپ ﷺ کی بہترین جنگی فراست و تدبر کا شاہکار ہے۔ حضرت انس سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ خیبر میں رات کو پہنچے۔ آپ ﷺ کی عادت تھی کہ آپ کبھی رات میں حملہ آور نہ ہوتے تھے بلکہ صبح کا انتظار فرماتے تھے۔ اگر اذان سنتے تو حملہ فرماتے ورنہ حملے کی تیاری کرتے۔ حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ ہم خیبر سحر کے وقت پہنچے' یہودی اپنے پھاوڑے وغیرہ لے کر نکلے لیکن جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا تو چلانے لگے محمد والخمیس ! خدا کی قسم محمد لشکر لے کر آ گئے۔[44] لشکر کو خمیس اس لیے کہا کہ لشکر کے پانچ حصے ہوتے ہیں۔ میمنہ، میسرہ، مقدمہ، ساقہ اور قلب۔یعنی دائیں، بائیں، آگے، پیچھے اور درمیان میں فوجی دستے صف آراء ہوتے ہیں۔

ششم: فتح مکہ

رمضان 8 ہجری میں آپ ﷺ نے مدینہ کے اطراف کے مسلم قبائل کو مکہ پر چڑھائی کے لیے خاموشی سے تیاری کا حکم دیا اور تلقین کی کہ اس بات کی کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ یہاں تک کہ آپ نے دس ہزار کے لشکر جرار کے ساتھ مر الظہران میں دس ہزار کے لشکر کا آگ کے الاؤ روشن کرکے دشمن کو نہ صرف ذہنی دباؤ میں مبتلا کر دیا بلکہ وہ اس اچانک افتاد سے ایسے گھبرائے کہ آپ ﷺ کی عظیم الشان جمعیت کے آگے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔[45] آپ ﷺ کا یہ رویہ محض ایک وقتی چال نہیں تھی بلکہ قرآن مجید کے اس واضح حکم کی عملی تفسیر تھی کہ:

وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ [46]

اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہو جائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔

اس آیت مبارکہ نے جنگ کے دوران بھی صلح کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھنے کا حکم دیا ہے۔

ہفتم: غزوہ حنین

فتح مکہ کے بعد بنو ہوازن اور بنی ثقیف قبائل کی سرکوبی کے لئے رسول اللہ ﷺ نے بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ حنین کی طرف کوچ فرمایا۔ وہاں جب تنگ گھاٹی سے اسلامی لشکر گزرنے لگا تو دشمن نے اچانک تیر اندازی شروع کر دی جس سے ابتدا میں بھگدڑ مچ گئے اور صفیں بکھر گئیں تاہم رسول اللہ ﷺ کے پکار پر مسلمانوں نے متحدہ و کر حملہ کر دیا اور کشتوں کے پشتے لگا دئے اور وہ بے شمار مالِ غنیمت چھوڑ کر کچھ لشکری اوطاس کی طرف بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں شکست دی اور کچھ نے طائف میں پناہ لی جس میں مالک بن عوف بھی شامل تھا۔

ہشتم: غزوہ طائف

حنین کی معرکے سے فارغ ہونے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے توقف نہیں فرمایا کیوں کہ بنو ثقیف شکست کھانے کے بعد طائف میں قلعہ بند ہو گئے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے 22 دنوں تک طائف کا محاصرہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی کے مشورے پر قلعے کی دیواریں توڑنے کے لئے پہلی بار اسلامی لشکر نے منجنیق اور دبابہ کا استعمال کیا لیکن اس کوشش میں بارہ مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ رسول ﷺ نے ان کے باغات جلانے اور پھل دار درخت اور انگور کی بیلیں کاٹ ڈالنے کا حکم دیا۔ اس سے وہ لوگ بہت پریشان ہوئے اور ایسا نہ کرنے کی درخواست کی جسے آپ ﷺ نے فوراً قبول فرما لیا۔ نوفل بن معاویہ کے مشورے سے آپ نے محاصرہ اٹھا لیا۔ غزوہ حنین میں بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا جس میں چالیس ہزار بکریاں، چالیس ہزار اوقیہ چاندی، چار ہزار اونٹ اور چھ ہزار قیدی شامل تھے۔ جنگ کے قیدیوں میں رسول ﷺ کی رضاعی بہن حضرت شیما بھی شامل تھیں۔

قیدیوں کی رہائی

طائف سے واپسی پر آپ ﷺ جعرانہ پہنچے اور تقریباً دس دن بنی ہوازن کا انتظار کرنے کے بعد آپ ﷺ نے مال غنیمت تقسیم کر دیا۔ جنگ حنین کے بیان میں روایت ملتی ہے کہ مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب بنو ہوازن کا وفد مشرف بہ اسلام ہو کر ہو کر حاضر ہوا۔ آپ ﷺ انہیں رخصت کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے آپ ﷺ سے ان کا مال اور ان کے قیدی انہیں واپس دینے کی درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جیسا کہ تم نے دیکھا میرے ساتھ کتنے لوگ ہیں اور دیکھو سچی بات مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس لیے تم لوگ ایک ہی چیز پسند کر لو یا تو اپنے قیدی لے لو یا مال لے لو۔ میں نے تم ہی لوگوں کے خیال سے قیدیوں کی تقسیم میں تاخیر کی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے طائف سے واپس ہو کر تقریباً دس دن ان کا انتظار کیا تھا۔ جب ان کو یقین ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ انہیں صرف ایک ہی چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا کہ پھر ہم اپنے قبیلے کے قیدیوں کی واپسی چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو مخاطب کیا، اللہ کی شان کے مطابق حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا امابعد! تمہارے بھائی ہوازن کے لوگ توبہ کر کے، مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ انہیں ان کے قیدی واپس کر دیئے جائیں۔ لہٰذا جو شخص بلا کسی دنیاوی مفاد کے انہیں اپنی خوشی سے واپس کرنا چاہے وہ واپس کر دے۔ یہ بہتر ہے اور جو اپنا حصہ نہ چھوڑنا چاہیں، ان کا حق دیا جائے گا۔ اس کے بعد جو سب سے پہلے غنیمت اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرمائے گا اس میں سے ہم انہیں اس کا بدلہ دیں

گے تو وہ ان کے قیدی واپس دے دیں۔ تمام صحابہؓ نے کہا یا رسول! ہم بخوشی واپس کرنا چاہتے ہیں لیکن حضور ﷺ نے فرمایا اس طرح ہمیں معلوم نہیں ہو سکے گا کہ کس نے خوشی دلی سے واپس کیا اور کس نے نہیں، لہٰذا سب لوگ اپنے سرداروں کے پاس جائیں جو تمہارا فیصلہ ہمیں سنائیں۔ چنانچہ وہ سب واپس آگئے اور ان کے سرداروں نے ان کی رائے معلوم کرنے کے بعد بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضرِ خدمت ہو کر بتایا کہ سب نے بخوشی و فراخ دلی اجازت دے دی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یہی حدیث مجھے ہوازن کے قیدیوں کے متعلق معلوم ہوئی ہے۔[47]

نہم: غزوہ تبوک

فتح مکہ سے پہلے آٹھ ہجری میں جنگِ موتہ لڑی گئی جس میں دشمن کی دو لاکھ تعداد سے جب تین ہزار مسلمان ٹکرا گئے تھے۔ یہ فیصلہ کن جنگ نہیں ہوئی چنانچہ رومی مسلمانوں پر حملے کی تیاری کر رہے تھے۔[48] اللہ کے نبی ﷺ کو اس بات اطلاع مل گئی تو آپ ﷺ نے جنگ کی تیاری کا حکم صادر فرمایا۔ یہ طویل مسافت، موسم گرما، زمانہ قحط، فقر و بے سر و سامانی کا عالم تھا۔ ایسے میں مومنین سمعنا و اطعنا کے مصداق جان و مال سے تیاری میں مصروف ہو گئے اور اپنی حیثیت کے مطابق اس مہم میں امداد دیں۔ نو ہجری میں آپ ﷺ تیس ہزار سپاہ کا لشکر لے کر تبوک میں خیمہ زن ہوئے مگر مقابلے کے لئے کوئی نہ آیا۔ دشمن مرعوب ہو گیا اور آس پاس کی قبائل نے صلح کر لی اور جزیہ دینا منظور کیا۔ یہ رسول ﷺ کی عسکری تدبر و حکمت کا ثمر تھا کہ غزوہ بدر میں تین سو تیرہ نفوس کا قافلہ صرف سات سال میں تیس ہزار کا سپاہیوں کا لشکر بن گیا۔

نبوی سفارتی اور عسکری حکمتِ عملی کا معاصر بین الاقوامی قانونِ انسانیت سے موازنہ

انٹر نیشنل کمیٹی آف ریڈ کراس ایک غیر سرکاری، غیر جانبدار اور رضاکارانہ بین الاقوامی تنظیم ہے جو جنگ اور ہنگامی حالات میں متاثرہ افراد کی مدد کرتی ہے۔ اس کے بنیادی مقاصد میں انسانی جان اور وقار کا تحفظ، زخمیوں اور بیماروں کو علاج معالجہ فراہم کرنا، نقصانات کو کم کرنا، جنگ کے متاثرین کو خوراک و تحفظ فراہم کرنا اور زخمیوں کی امداد، جنگ سے بے گھر ہونے والوں کو سہولتیں مہیا کرنا اور اس بات کو یقینی بنانا شامل ہے کہ دشمن کے سپاہی ہونے کے باوجود کسی زخمی یا قیدی پر ظلم یا زیادتی نہ ہو۔ اس تنظیم کے بنیادی اصول انسانیت، غیر جانبداری، غیر جانب داری، استقلال، رضاکارانہ خدمت، وحدت اور جامعیت ہیں۔ دوسری طرف بین الاقوامی قانونِ انسانیت (IHL) دراصل جنگ کے قوانین کا وہ مجموعہ ہے جو ریاستوں اور مسلح افواج کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلح تنازعات میں استعمال ہونے والے طریقہ کار اور ہتھیار مخصوص قانونی اور اخلاقی دائرے میں رہیں۔ اس قانون کے اہم اصولوں میں تفریق، تناسب، عسکری ضرورت، انسانیت اور احتیاط شامل ہیں۔ ان اصولوں کی روشنی میں شہریوں، زخمیوں، قیدیوں اور غیر جنگجو افراد کو تحفظ حاصل ہوتا ہے اور ان پر کسی بھی طرح کا ظلم و تشدد ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ قانونِ انسانیت کا اطلاق جنگ کے دوران جاری رہتا ہے جب تک معاہدہ یا امن نافذ نہ ہو۔ تاریخ میں بین الاقوامی قانون کی ایسی ہدایات، جن میں قانونِ انسانیت کے بنیادی احکام دیئے گئے ہوں وہ رسولِ پاک ﷺ کی مبارک زبان سے دی گئیں[49] اور IHL کے کنوینشن نمبر 2، 3، اور 4 میں بڑے معاہدات میں مرتب کی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر:

1. زخمی فوجی کو قتل نہ کیا جائے۔
2. اگر کوئی فوجی فرار ہو جائے تو اس کا پیچھا کر کے اسے پکڑنے یا مارنے کی کوشش نہ کی جائے۔
3. اسیرانِ جنگ کو قتل نہ کیا جائے۔

4. اپنے گھر کا دروازہ بند کرنے والے کو امان دی جائے۔[50]

اگر ان قوانین کا سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت کی حفاظت، معاہدات کی مکمل پاسداری، جنگی حدود و قیود کی وضاحت، درختوں اور کھیتوں کو غیر ضروری نقصان پہنچانے کی ممانعت، زخمیوں کی امداد اور غیر جنگجوؤں یعنی عورتوں، بچوں، بزرگوں اور مذہبی پیشواؤں کی حرمت جیسے تصورات دراصل IHL کے پیدا کردہ نہیں، بلکہ سیرتِ نبوی ﷺ کی عملی تعلیمات کا عکس ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج عالمی سطح پر یہ اصول مسلمہ معیار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آج کی دنیا میں عسکری طاقت رکھنے کے باوجود کوئی ریاست سفارت کاری کے بغیر اپنی بقا قائم نہیں رکھ سکتی۔ ایٹمی قوتیں بھی مذاکرات اور معاہدات پر انحصار کرتی ہیں۔ اقوام متحدہ کے چارٹر میں بھی یہی اصول ہے کہ تنازعات کا حل سفارتی مکالمے اور امن معاہدات کے ذریعے نکالا جائے۔ رسول اکرم ﷺ کی عسکری حکمت عملی میں سفارت کاری کا اہتمام بین الاقوامی سیاسی نظام کے لیے ایک رہنما اصول ہے۔

آج کے بین الاقوامی تنازعات، سرد جنگوں اور علاقائی جھگڑوں کا تجزیہ یہ بات واضح کرتا ہے کہ طاقت کے بے جا استعمال اور سفارت کاری کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں لاکھوں جانیں ضائع ہوئی اور خطے غیر مستحکم ہوئے۔ مثال کے طور پر، عراق، افغانستان اور فلسطین میں جنگوں نے یہ ثابت کیا کہ محض فوجی طاقت کے بل بوتے پر مستحکم اور پر امن معاشروں کی تعمیر ناممکن ہے۔ وہاں سفارت کاری، مفاہمت اور مقامی آبادی کے ساتھ اعتماد سازی کے اقدامات نہ ہونے کے برابر تھے، جس کے نتیجے میں صورتحال پیچیدہ تر ہوتی چلی گئی۔ اس کے برخلاف نبی اکرم ﷺ نے معاہدات، خطوط، وفود، مکالمات اور امن اقدامات کے ذریعے واضح کر دیا کہ حقیقی عسکری کامیابی صرف جنگ جیتنے میں نہیں بلکہ دشمن کو دوست بنانے میں ہے۔ چنانچہ وہ تنازعات جہاں سفارت کاری اور مذاکرات کو فوقیت دی گئی، وہاں پائیدار اور مثبت نتائج سامنے آئے۔ مثال کے طور پر، شمالی آئرلینڈ میں طویل عرصے سے جاری تنازعہ اور بد امنی جسے داٹربلز کا نام دیا گیا تھا، 1998 میں گڈ فرائیڈے اگریمنٹ[51] نے سفارت کاری، صبر اور تمام فریقوں کے ساتھ بات چیت کے ذریعے تیس سال دیرینہ مسئلے کا پر امن حل پیش کیا۔ اسی طرح، جنوبی افریقہ میں نسلی امتیاز (اپارتھائیڈ) کے خاتمے کے بعد نلسن منڈیلا کی قیادت میں جو مصالحت اور معافی کا عمل شروع ہوا[52] درحقیقت وہ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کے اسوہ کی ایک جدید تفسیر تھی۔ منڈیلا نے اپنے 27 سال قید میں گزارنے کے باوجود انتقام کے بجائے مصالحت اور قوموں کے درمیان میں مفاہمت اختیار کی۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے تناظر میں ماضی قریب میں ہونے والی پاک بھارت جھڑپ میں دونوں ممالک کے کردار تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔ اس موقع پر امریکہ نے ثالثی اور سفارت کاری کا کردار ادا کیا، جو موجودہ بین الاقوامی تعلقات میں نبوی اصولِ سفارت کاری کی اہمیت کو مزید نمایاں کرتا ہے۔ سات مئی 2025 کو بھارت کی جانب سے شہری آبادی پر شب خون مارا گیا جسے انہوں نے آپریشن سیندور کا نام دیا۔ پاکستان نے فوری جوابی حملہ کرنے کے بجائے پہلے سفارتی ذرائع اور افہام و تفہیم کے ذریعے مسئلہ حل کرنے کی کوشش کی۔ تاہم جب بھارت اپنی جارحانہ روش پر قائم رہا تو دس مئی 2025 کو پاک فوج نے آپریشن بنیان مرصوص کے تحت جوابی کارروائی کی۔ پاک فوج کا یہ طرزِ عمل درحقیقت رسول ﷺ کی جنگی تعلیمات کا عملی مظہر ہے یعنی صبر، حکمت اور ناگزیر صورت میں دفاعی اقدام اٹھانا۔

اسلامی دنیا کے موجودہ تنازعات، خاص طور پر فلسطین، کشمیر اور شام کے بحران، میں نبوی اسوہ کی روشنی میں سفارت کاری کی اشد ضرورت ہے۔ طاقت کے مظاہرے اور جارحیت کے بجائے اگر بین الاقوامی سطح پر سفارتی کوششیں کی جائیں، عالمی رائے عامہ

کو متحرک کیا جائے اور دشمن سے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر بات چیت کے در وا رکھے جائیں تو یقیناً اس کے زیادہ مثبت نتائج بر آمد ہوں گے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی یہ سنت تھی کہ دشمن کو بھی ایک ممکنہ دوست کے طور پر دیکھتے تھے۔

حاصلِ کلام

مذکورہ موضوع پر تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ رسول ﷺ نے دشمن کی چالوں اور ان کی سازشوں سے آگاہی رکھنے کے لئے منظم جاسوسی نظام کا جال بچھایا ہوا تھا۔ جاسوسِ رسول ﷺ اطلاعات بہم پہنچاتے تھے۔ حضرت عباسؓ جاسوسِ رسول تھے۔ انہوں نے اپنا اسلام مخفی رکھا ہوا تھا۔ وہ مکہ میں ہی مقیم تھے اور قریش کے معاملات سے آپ ﷺ کو باخبر رکھا کرتے تھے۔ نیز آپ ﷺ نے دشمن کے اقدام کا موقع بر محل، منظم عسکری قیادت اور قوت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ آپ ﷺ کی قیادت نہ صرف مدافعانہ لڑائی کی حامی تھی (جیسے احد اور خندق) بلکہ بوقتِ ضرورت اقدامی پیش قدمی کرکے دشمن کے دانت کھٹے بھی کر دیتی تھی (جیسے فتح مکہ، خیبر، تبوک)۔ آپ ﷺ دشمن کے ساتھ معاہدہ امن قائم کرتے تھے تاکہ حریفوں کی تعداد کم اور حلیفوں کی تعداد زیادہ رہے (جیسے میثاقِ مدینہ، صلح حدیبیہ)۔ آپ ﷺ ان وضع کردہ اصولوں کی تعلیم بھی فرماتے اور ان پر عمل پیرا بھی ہوتے۔

- جب تک کوئی گروہ یا قبیلہ آپ ﷺ اور مسلمانوں سے تعارض نہ کرتا، آپ ﷺ بھی اس سے تعارض نہ فرماتے۔
- آپ ﷺ نے یہ حکمتِ عملی اختیار فرمائی تھی کہ ہمارے ساتھ امن و امان سے رہو تم کو بھی امان ملے گا۔
- اگر تم نے مسلمانوں یا ریاستِ مدینہ کے لئے مسائل کھڑے کیئے تو تم سے نمٹا جائیگا اور سخت سزا دی جائے گی جیسے احزاب کے بعد بنو قریظہ کی بدعہدی پر، پچیس دن ان کا محاصرہ کیا گیا اور ہتھیار ڈالنے کے بعد ان کے چار سو مرد قتل کر دیئے گئے، باقی غلام بنالیئے گئے اور مال و اسباب ضبط کر لیا گیا۔

معاصر قوانین کا سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت کی حفاظت، معاہدات کی مکمل پاسداری، جنگی حدود و قیود کی وضاحت، درختوں اور کھیتوں کو غیر ضروری نقصان پہنچانے کی ممانعت، زخمیوں کی امداد اور غیر جنگجوؤں یعنی عورتوں، بچوں، بزرگوں اور مذہبی پیشواؤں کی حرمت جیسے تصورات سیرتِ نبوی ﷺ کی عملی تعلیمات کا عکس ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج عالمی سطح پر یہ اصول مسلمہ معیار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

References

1 Ṭāhir al-Qādrī, Muḥammad Ṭāhir, *Sīrat al-Rasūl* (Lahore: Minhāj al-Qurʾān, Ṭabʿ-i Hashtum, December 2007), 98–100.

2 Al-Qurʾān, 21:33.

3 Gulzār Aḥmad, Brigadier, *Rasūl Number: Ḥuḍūr ba Ḥaythiyyat Sipah Sālār* (Lahore: Sayyārah Ḍāʾijasṭ, Khuṣūṣī Shuʿbah-i Idārat, 1992), 2:228–231.

4 Sulaymān Nadwī, *Sīrat al-Nabī* (Lahore: Dīnī Kutub Khānah, 1975), 1:292–293.

5 Miṣbāḥ al-Dīn Shakīl, *Sīrat-i Aḥmad-i Mujtabā: Masjid-i Qubā se Maidān-i Badr Tak* (Karachi: P.S. Review, Khuṣūṣī Sīrat Number, October–November 1987), 10(10):157–163.

6 Al-Qurʾān, 2:190.

7 Al-Qurʾān, 49:13.

8 Abū Dāwūd, Sulaymān ibn Ashʿath, *Sunan Abī Dāwūd* (Multan: Maktabah Ḥaqqāniyyah, s.n.), Kitāb al-Adab, Bāb fī al-ʿAṣabiyyah, 2:351.

9 Laʾīq Aḥmad, *Nabī Akram ﷺ kī Khārijah Pālīsī: ʿAhd-i Naw ke Liye Mashʿal-i Rāh* (Karachi: Shuʿbah ʿUlūm-i Islāmiyyah, University of Karachi; Mirʾāt al-ʿĀrifīn International, December 2018), https://www.mirrat.com/article/48/492, accessed on 12.09.2025.

10 Maḥmūd Aḥmad Ghāzī, *Muḥāḍarāt-i Sīrat* (Lahore: al-Fayṣal Nāshirān wa Tājirān-i Kutub, September 2022), 279–290.

11 Ḥāfiẓ Muḥammad Yūnus, *Rasūl Allāh kā Safāratī Niẓām* (Lahore: Dār al-Furqān, April 1996), 291–299.

12 Al-Qurʾān, 16:91.

13 Al-Qurʾān, 9:7.

14 Al-Qurʾān, 2:40.

15 Al-Qurʾān, 17:34.

16 Sayyid Sulaymān Nadwī, *Sīrat al-Nabī ﷺ*, 225–226.

17 Al-Qurʾān, 8:61–62.

18 Sayyid Sulaymān Nadwī, *Sīrat al-Nabī ﷺ*, 417–424.

19 Al-Qurʾān, 48:1.

20 Ḥusayn Bānū, Professor Dr., *Rasūl Akram ﷺ kī Safārat Kāri aur Khārijah Pālīsī* (Karachi: Rāḥīl Publications, September 2018), 480.

21 Al-Qurʾān, 8:39.

22 Muḥammad Ṭāhir al-Qādrī, *Sīrat al-Rasūl* (Lahore: Minhāj al-Qurʾān Publications, December 1997), 7:551–558.

23 Al-Qurʾān, 3:159.

24 Al-Qurʾān, 60:8.

25 Al-Qurʾān, 5:102.

26 Arshad Iqbāl Chadhaṛ, Professor, *Sirāj Islāmiyyāt barāʾe C.S.S.* (Lahore: Jahāngīrz World Times Publications, n.d.), 187.

27 Khāwar Rashīd Baṭṭ, *Raḥmat li al-ʿĀlamīn ke Uṣūl-i Jang* (Lahore: Idārah Ḥuqūq al-Nās Welfare Foundation, November 2013), 18–21.

28 Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Bukhārī, *al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Karachi: Qadīmī Kutub Khānah, 1961), Kitāb al-Jihād wa al-Siyar, Bāb Lā Yuʿadhdhab bi ʿAdhāb Allāh, 1:423.

29 Ibid, Ḥadīth No. 2474.

30 Abū Dāwūd, Sulaymān ibn Ashʿath, *Sunan Abī Dāwūd* (Multan: Maktabah Ḥaqqāniyyah, s.n.), Kitāb al-Jihād, Bāb fī Duʿāʾ al-Mushrikīn, 1:359.

31 Maḥmūd Aḥmad Ghāzī, *Muḥāḍarāt-i Sīrat*, 296.

32 Muḥammad Yūsuf Ludhyānwī, *ʿAhd-i Nubuwwat ke Māh wa Sāl* (Karachi: Maktabah Ludhyānwī, March 2001), 72–73.

33 Ibid, 8–10.

34 Arshad Iqbāl Chadhaṛ, *Sirāj Islāmiyyāt*, 187.

35 Ibid.

36 Ṭāhir al-Qādrī, *Sīrat al-Rasūl*, 562.

37 Sayyid Sulaymān Nadwī, *Sīrat al-Nabī ﷺ*, 1:312.

38 Ibid.

39 Ṭāhir al-Qādrī, *Sīrat al-Rasūl*, 554.

40 al-Bukhārī, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Maghāzī, Bāb Ghazwat Uḥud, Ḥadīth No. 4043.

41 Al-Qurʾān, 59:10.

42 ʿAbd al-Bārī, *Rasūl-i Karīm kī Jangī Iskīm* (Lahore: al-Fayṣal Nāshirān wa Tājirān, 1986), 89–96.

43 Shāh Miṣbāḥ al-Dīn Shakīl, *Ghazwah Khaybar: Wa Mā Arsalanāka illā Raḥmatan li al-ʿĀlamīn* (Karachi: P.S. Review, Khuṣūṣī Sīrat Number, January 1981), 4(1):15.

44 al-Bukhārī, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ,* Kitāb al-Maghāzī, Bāb Ghazwat Khaybar, Ḥadīth No. 4198.

45 Muḥammad Idrīs Kāndhlawī, *Sīrat al-Muṣṭafā* (Karachi: Maktabah ʿUmar Fārūq, June 2010), 2:424.

46 Al-Qurʾān, 8:61.

47 al-Bukhārī, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ,* Kitāb al-Maghāzī, Ḥadīth No. 4319.

48 Shāh Miṣbāḥ al-Dīn Shakīl, *Sīrat-i Aḥmad-i Mujtabā: Ghazwah Ḥunayn se Ghazwah Tabūk Tak* (Karachi: P.S. Review, Khuṣūṣī Sīrat Number, October 1990), 13:17–26.

49 Maḥmūd Aḥmad Ghāzī, *Muḥāḍarāt-i Sīrat*, 296.

50 Sayyid Sulaymān Nadwī, *Sīrat al-Nabī ﷺ*, 276–477.

51 "The Good Friday Agreement". *BBC History*. Archived from the original on 2 January 2020. Retrieved 10 June 2017.

52 Meredith, Martin, *Mandela: A Biography*. (New York: Public Affairs, 2010), 523,543.